اسلام میں نکاح کا مربوط اور جامع نظام

مولانا محمد ابوبکر شیخوپوری
جامعہ اسلامیہ امدادیہ، چنیوٹ

نکاح، نسلِ انسانی کی بقاء کا ذریعہ اور خواہشِ نفسانی کی تکمیل کا مہذب طریقہ ہے۔ مذہبِ اسلام میں اسے عبادت کا درجہ حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے مسجد کے نورانی اور پاکیزہ ماحول میں منعقد کرنے کی تلقین کی گئی ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''أعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد'' یعنی ''یہ نکاح اعلانیہ طور پر کرو اور مسجد میں اس کا اہتمام کرو۔'' خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''أفضل المساجد'' یعنی مسجد حرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رشتۂ ازدواج منسلک کیا تھا۔ نیز اس پر مسرت موقع پر خطبۂ مسنونہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء اور قولِ سدید اور تقویٰ وورع کی نصیحت نکاح کے مذہبی تشخص کو اُجاگر کرتی اور اس کے عبودیت کے پہلو کو عیاں کرتی ہے۔ اس کے برعکس کفار کے ہاں نکاح محض نفس رانی اور خواہش پرستی کا نام ہے، اس لیے وہ رقص وسرود کی محفلوں اور معصیت کے متعفن زدہ ماحول میں اس کی تقریب کا انتظام کرتے ہیں۔

نکاح کی اہمیت

اللہ رب العزت نے انسان کو رشتوں کی جس خوبصورت لڑی میں پرویا ہے، ان میں ایک اہم رشتہ عقدِ نکاح کے ذریعہ زوجین میں طے پانے والی نسبت ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس رشتے کو نسبی رشتے کے ساتھ مقامِ نعمت میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ سورۃ الفرقان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا'' (الفرقان: ۵۴)

''اور وہ (اللہ) ایسی ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔''

نکاح نبی کریم ﷺ کی مرغوب چیزوں میں سے ہے، ایک طویل حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

’’حبب إليّ من دنياكم ثلاث: الطيب والنساء وجعلت قرة عيني في الصلٰوة.‘‘

’’تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے گیارہ عورتوں سے شادی فرمائی، جس سے نکاح کی اہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اُمت کو ازدواجی زندگی کے زریں اصول بھی فراہم کیے۔ پھر صرف اپنی ذات کی حد تک نہیں، بلکہ اسے اپنے سے پیشتر تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ سنت قرار دیا، چنانچہ ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’أربع من سنن الأنبياء: الحياء والتعطر والسواك والنكاح.‘‘

’’چار چیزیں انبیاء (علیہم السلام) کی (متفقہ) سنتیں ہیں: حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح۔‘‘

اسلام اور رہبانیت

مذہبِ عیسائیت میں رہبانیت کا تصور پایا جاتا ہے، جو قرآنی بیان ’’وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا‘‘ کی رو سے خدائی پابندی کے بغیر ان کا اپنا ایجاد کردہ نظریہ ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عیسائی نکاح کو عبادت میں مخل سمجھتے ہیں، اس لیے ان کا ایک بڑا طبقہ نکاح کے عمل سے کنارہ کش ہوکر جنگلوں، غاروں اور خلوت گاہوں کا رُخ کرلیتا ہے اور تمام زندگی وہیں گزار دیتا ہے، جبکہ اسلام جیسے عالمگیر اور آفاقی مذہب میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں، نبی کریم ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

’’لا رهبانية في الإسلام‘‘..... ’’اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔‘‘

بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے تو نکاح عبادت میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حدیث کی روشنی میں نکاح انسان کی فرج اور قلب ونظر کا محافظ ہے اور جس قدر دل اور نگاہ پاک ہوں گے، اُسی قدر حق تعالیٰ کی معرفت کا عکس اس میں شفاف ہوگا، پھر جتنی زیادہ معرفت حاصل ہوگی اتنا عبادت کی طرف میلان اور رجحان زیادہ ہوگا۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی نبی کریم ﷺ کی ازواج کے پاس آنحضرت ﷺ کی عبادت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے آئے، جب انہوں نے آپ ﷺ کی کثرتِ عبادت کے بارے میں سنا تو اپنی عبادت کو کم خیال کرنے

لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں تمام عمر شب بیدار رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ساری زندگی روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے جدا رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اس دوران نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا:

’’أما والله إني أخشاكم لله وأتقاكم له، لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني.‘‘

’’اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، لہٰذا جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔‘‘

اس سے منشاء نبوت یہ تھا کہ انسان ان بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ بھی عبادت کا فریضہ بخوبی اور بکثرت سرانجام دے سکتا ہے، اس کے لیے طبعی حوائج کے ترک کی ضرورت نہیں۔

رشتۂ ازدواج کی نزاکت

اپنی مسلمہ افادیت کے ساتھ ساتھ یہ اہم رشتہ نزاکت اور لطافت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ سنجیدگی، مذاق، غصے، پیار، اجبار اور اختیار میں ایک لفظِ قبول سے یہ قائم ہوجاتا ہے اور ان تمام صورتوں میں ایک لفظ طلاق یا اس کے ہم معنی کنائی لفظ سے برسہا برس پر محیط تعلق پاش پاش ہوجاتا ہے۔ ایک لحظے میں اپنائیت سے اجنبیت اور اجنبیت سے اپنائیت کا طویل سفر طے کرنے میں اس کا کوئی بدل نہیں، لہٰذا کسی لمحہ بھی اس کے نزاکتی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ آتشِ غضب میں مشتعل ہوکر کیا گیا کوئی بھی جذباتی فیصلہ ہنستے بستے گھر کو ویران کرکے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کو حسرت وندامت کے اس تاریک غار میں دھکیل سکتا ہے، جہاں سے واپسی کا سفر ناممکن ہوجاتا ہے۔

قرآنی فیصلے ’’اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ‘‘ کے مطابق اس رشتے کے قیام اور انہدام کی ڈوری مرد کے ہاتھ میں پکڑائی گئی ہے، اس اختیار کا ناجائز اور بے موقع استعمال کرکے اپنی عزت تک قربان کردینے والی اور خاوند کی دلجوئی کے لیے ہرجتن کردینے والی رفیقۂ حیات کے ساتھ یہ نازیبا سلوک شرعاً اور عقلاً کسی طرح بھی درست نہیں، چنانچہ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’أبغض الحلال إلى الله تعالىٰ الطلاق‘‘

’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔‘‘

نکاح میں سادگی

نکاح چونکہ ہر امیر وغریب اور مرد وزن کی یکساں بشری ضرورت ہے، اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس کو سادگی کے ساتھ منعقد کرنے اور خوامخواہ کے تکلفات سے دور رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

’’إن أعظم النكاح بركة أيسرهُ مؤنة.‘‘

’’سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم تکلف ہو۔‘‘

بدقسمتی سے سادگی اور بے تکلفی کی اس اہم دینی ہدایت کو ہمارے مسلم معاشرے میں یکسر نظر انداز کر کے اس طبعی اور فطری عمل کو مشکل سے مشکل تر بنا دیا گیا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں دس صدیوں پر محیط اسلامی سلطنت میں چونکہ ہندو بھی بطور اقلیت کے مسلمانوں کے ساتھ رہے، پھر اسلامی حکومت کے زوال کے بعد سلطنتِ برطانیہ میں بھی دونوں قومیں ایک ساتھ رہیں، اس لیے ہندوؤں کی بہت سی رسومات اور خرافات مسلم سماج کا حصہ بن گئیں، جو تقسیم ہند کے تہتر سال بعد بھی بدستور رائج ہیں، جن پر عمل کرنا فرض اور واجب عمل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس موقع پر رسم حناء، نیوتہ، جہیز اور بیسیوں قسم کی غیر عقلی اور غیر شرعی رسومات ادا کی جاتی ہیں، جن کے بغیر نکاح کی تقریب کو نامکمل متصور کیا جاتا ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان رسومات کا نقصان یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کے لیے مطلوب رقم نہ ہونے کی وجہ سے قوم کی لاکھوں بچیاں نکاح کی عمر سے متجاوز ہو جاتی ہیں اور شوہر کی صورت میں ایک محفوظ سائبان سے محروم رہ جاتی ہیں، ان کے بے بس والدین کی راتیں زندگی میں بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنے کا خواب سراب بنتے دیکھ کر دکھ اور کرب میں گزرتی ہیں۔ مستعار رقم سے ان رسومات کی ادائیگی کر کے بیٹیاں بیاہ دیں تو تمام عمر قرض کے منڈلاتے سائے ان کی زندگی اجیرن کیے رکھتے ہیں۔ اس تشویشناک صورت حال میں ان رسومات کے انسداد اور سدِ باب کے لیے معاشرے کے بااثر اور سرکردہ افراد کو مؤثر آواز بلند کرنی چاہیے اور انسانی حقوق کی قومی اور بین الاقوامی تنظیموں اور اربابِ حل وعقد کو سنجیدگی سے قانونی جدوجہد کرنی چاہیے۔

رفیقۂ حیات کی تلاش

نکاح کے سلسلہ کی اہم ترین کڑی شریکِ حیات کی تلاش ہے۔ اس حوالے سے شریعت کی

تعلیم یہ ہے کہ عورت کے حسب ونسب، مال وزر اور حسن وجمال سے زیادہ اس کی دینداری کے پہلو کو دیکھا جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے:

''تنكح المرءة لأربع خصال: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك''

''چار خصلتوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے حسب کی وجہ سے اور اس کے جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے، لہٰذا تو دین والی کو اختیار کر (پھر بطور تکیہ کلام کے فرمایا) تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔''

اس میں حکمت یہ ہے کہ ماں کی گود اولاد کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے، جب عورت نیک ہوگی تو اس کی پارسائی اولاد کی تربیت پر اثر انداز ہوگی، پھر یہ اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''أو ولد صالح يدعوله'' کی روشنی میں صدقہ جاریہ بن کر والدین کے لیے نجات کا سبب ہوگی۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ حکایت اہلِ علم میں مشہور ہے، معروف حنفی فقیہ شیخ محمد بن احمد سمرقندیؒ کی صاحبزادی کا نام فاطمہ تھا، جو علم وفضل میں اپنے والد کی طرح تھی، موصوفہ کی علمی شہرت کی وجہ سے روم اور عرب کے بہت سے مسلم سلاطین وحکام کی جانب سے انہیں نکاح کی پیشکش کی گئی، لیکن فاطمہ کی ایک ہی شرط تھی کہ میں اس شخص سے نکاح کروں گی جو میرے والد قابل قدر کی کتاب ''تحفة الفقهاء'' کی شرح لکھے گا۔ شیخ محمد بن احمد سمرقندیؒ کے مایہ ناز شاگرد علاء الدین کاسانیؒ نے ''بدائع الصنائع'' کے نام سے اس کتاب کی شرح تحریر کی۔ والد نے اپنی بیٹی کی شرط کے مطابق اپنے اسی شاگرد کے ساتھ باوجود اُن کے مفلس اور غریب ہونے کے نکاح کر کے رخصت کر دیا۔ بعد میں اللہ نے انہیں مالی وسعت بھی عطا فرمائی اور ایسا علمی فضل وکمال عطا فرمایا کہ ان کی تصدیق کے بغیر سمرقند میں کوئی فتویٰ معتبر نہیں مانا جاتا تھا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....